مَقام ابراھیم اور ذبح عظیم کی تفسیر

(خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۷؍مارچ ۲۰۰۰ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

فِيۡهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ

اور پھر فرمایا:

ان کا ترجمہ یہ ہے: تُو کہہ اللہ نے سچ کہا پس ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکّہ میں ہے۔ (وہ) مبارک اور باعث ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔ اس میں کھلے کھلے نشانات ہیں (یعنی) ابراہیم کا مقام اور جو بھی اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہو گیا۔ اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ (اس کے) گھر کا حج کریں (یعنی) جو بھی اس (گھر) تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو انکار کر دے تو یقیناً اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

ان آیات کریمہ میں جو بات خصوصیت سے قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ابراہیمِ حنیف کی ملت کی پیروی کرو جو مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ پس یہ اس کی کنٹرولنگ کلاز (Controling Clause) جس کو کہتے ہیں وہ ہے۔ یعنی اس کی روشنی میں باقی آیات کی جو بعد میں آنے والی ہیں تفسیر ہوگی۔

پہلی اہم بات یہ ہے کہ یہ گھر جو خدا کے رستہ میں بنایا گیا ہے یہ اس ابراہیمؑ کی سنت کے

اوپر ہے جو مشرک نہیں تھا۔ پس شرک ایک ایسی بات ہے جس کے نتیجہ میں کسی کو اس گھر کے ساتھ شرک وابستہ کرنے کی اجازت نہیں ورنہ تمام بنی نوع انسان کا برابر حق ہے کہ وہ یہاں آئیں اور اللہ کا ان پر حق ہے کہ وہ اس گھر کے گرد گھومیں اور ابراہیمؑ کے مناسک ادا کریں۔

پس فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ اب یہاں لِلّٰہ کا ذکر ہی کوئی نہیں۔ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ وہ بکہ میں ہے۔ بہت برکت والا ہے اور عالمین کے لئے ہدایت ہے۔ اس ضمن میں پہلے بھی میں بارہا یہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ پہلے گھر کو وہ نام دیا گیا جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اس وقت رائج نہیں تھا اور بہت قدیم نام ہے یعنی بکہ۔ بکہ کب کہا جاتا تھا؟ یہ بہت ہی پرانی تاریخ ہے اس کی مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں مکہ کو مکہ ہی کہا جاتا تھا بکہ نہیں کہا جاتا تھا۔

فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ اس میں جتنی بھی آیات ہیں یہ سب ابراہیمؑ کا مَقام ہیں یعنی ابراہیمؑ کے بلند مقام کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ بہت سے لوگ نادانی سے مَقام کو مُقام پڑھ جاتے ہیں جو ایک ظاہری جگہ کا نام ہے۔ مَقام کسی ظاہری جگہ کو نہیں کہتے بلکہ مرتبہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے نشانات جو وہاں ہیں وہ آپؑ کے مرتبہ کے طور پر، مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لئے پھیلے پڑے ہیں نہ کہ کوئی ایسی معین جگہ ہے جہاں ابراہیمؑ نے مصلّٰی بنایا اور وہاں اس کا مقام ہے۔ یہ مشہور ہے کہ جس پتھر پر ابراہیمؑ دعا کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے اس پتھر کو مُقام ابراہیم کہتے ہیں اور وہاں پتھر پر ان کے کھڑے ہونے کے گہرے نشانات بھی ہیں پاؤں کے۔ تو یہ سب فرضی کہانیاں ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق بھی نہیں اور قرآن کریم کے موقف کے صریحاً خلاف ہیں۔ تو قرآن تو مَقام کہہ رہا ہے اور لوگ اس کا ترجمہ غلطی سے مُقام کر دیتے ہیں۔

اور جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ گویا امن میں آ گیا۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ اللہ کے لئے لوگوں پر فرض ہے کہ بیت کا حج کریں۔ الۡبَیۡتِ یعنی اس گھر کی اور الۡبَیۡتِ میں اَلۡ کے لفظ کے نتیجہ میں وہ سارے مفاہیم آ جاتے ہیں جو ایک کامل گھر کے متعلق کہنے چاہئیں یعنی یہ گھر جو ایک کامل گھر ہے ہر پہلو سے مکمل ہے اور عظیم الشان ہے، لوگوں پر فرض ہے کہ اس گھر کا طواف کریں جن کو بھی استطاعت ہو وہاں تک پہنچنے کی۔ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۸﴾ پس

جو بھی کافر ہو، جو بھی انکار کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

میں نے مختلف آیات چنی ہیں اس مضمون پر روشنی ڈالنے کے لئے جو میں یکے بعد دیگرے پڑھتا جاؤں گا اور ساتھ ساتھ قابل توجہ امور کی طرف توجہ دلاتا جاؤں گا۔ فرمایا وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ اور وہ وقت بھی یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ بیت اللہ کے قواعد کی تعمیر کر رہا تھا اور ان کو اونچا کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کا بیٹا اسمٰعیل بھی بطور ایک مزدور کے شامل تھا۔ دونوں یہ دعا کر رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے اللہ! ان حقیر کوششوں کو ہماری طرف سے قبول فرما! اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ یقیناً تو بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے لئے مسلمان بنا دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک مسلم امت ہو جو تیرے لئے مخصوص ہو وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور ہمیں ہماری قربان گاہیں دکھا! بتا کہ کن کن موقعوں پر، کیسے کیسے تیرے حضور قربانی پیش کریں؟ وَتُبْ عَلَیْنَا اور ہمارے اوپر مغفرت کے ساتھ جھک! اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۹﴾ یقیناً تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ اور اے ہمارے رب! انہی میں سے ان میں ایک رسول مبعوث فرما! یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِكَ جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ وَیُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور ان کو تعلیم کتاب دے اور کتاب کی حکمت بھی سمجھائے۔ وَیُزَكِّیْھِمْ اور ان کا تزکیہ کرے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۳۰﴾ (البقرہ: ۱۲۸۔۱۳۰) یقیناً تو بہت عزت والا اور غلبہ والا ہے اور بہت حکمت والا ہے۔

ان آیات کریمہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی وہ دعائیں سکھائی گئی ہیں جو آپ بیت اللہ کی تعمیر کے وقت کر رہے تھے۔ ایک عظیم الشان موقع ہے۔ ایک گھر جس میں باپ اس کا آرکیٹیکٹ ہو، اس نے اس کی تعمیر کے خصائص طے کئے ہوں اور نقوش ذہن میں قائم کئے ہوں اور ایک بیٹا اس کا اس کے ساتھ مزدور بنا ہوا ہو۔ لازماً یہ وہ عمر تھی حضرت اسمٰعیلؑ کی جب آپؑ کے ساتھ وہ بھاگتے دوڑتے پھرتے تھے اور کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ دونوں یہ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ ہمیں اپنے لئے مسلمان بنا لے۔ تو یہ جو دعا ہے کہ خدا ابراہیمؑ کو متقیوں کا امام بنائے اس کا بھی حل اس

میں ہو گیا۔ وہ دونوں اس وقت مسلمان ہی تھے۔ یہ تو مراد نہیں تھی کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد کسی وقت ہمیں مسلمان بنا دینا بلکہ دونوں مسلمان ہی تھے۔ کلیۃً خدا کے حضور جھکنے والے تھے۔ تو اس دعا کا صرف اتنا مطلب ہوتا ہے کہ اپنے حضور ہمیں مسلمانوں میں لکھ چھوڑ، اپنے حضور ہمیں مسلمانوں میں شمار فرمالے یعنی جہاں تک ہمارے دلوں کا تعلق ہے ہم تو تیرے مسلمان ہی ہیں، تیرے فرمانبردار بندے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ ہم اپنے لئے یہ دعا مانگتے ہیں بلکہ اپنی اولادوں کے لئے بھی ایک امت مسلمہ ان میں پیدا فرما۔ کثرت کے ساتھ ہماری اولادوں میں سے مسلمان پیدا ہوں۔ تو بار بار توبہ کو قبول کرنے والا اور بہت ہی مہربان ہے۔

اس کے بعد یہ عظیم الشان دعا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت اور بعثت کے متعلق ہے۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اے ہمارے رب! ہماری انہی اولادوں میں سے ہماری ذریتوں میں سے وہ عظیم الشان رسول برپا فرما جو انہی میں سے ہو۔ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ اور انہیں کتاب کی تعلیم دے اور (اس کی) حکمت بھی سکھائے اور وَيُزَكِّيۡهِمۡ اور اس کے نتیجہ میں اُن کا تزکیہ کرے۔ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۳۰﴾ یقیناً تو بہت غالب اور عزت والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

ان آیات کریمہ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق جو دعا مانگی گئی ہے وہ بہت گہری حکمت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور قرآن کریم کا مستقل طور پر ایک ہی نہج پر مختلف زمانوں میں آیات نازل کرنا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ یہ آیت جو ابراہیمؑ کی دعا کے طور پر ہے یہ تین جگہ قرآن کریم میں آئی ہے اور تینوں جگہ ترتیب یہی ہے اس ترتیب میں کوئی تبدیلی نہیں اور انسان اگر اپنی عقل سے سوچے تو اس کو یہی ترتیب دکھائی دینی چاہئے۔ پہلی یہ کہ اپنا رسول برپا فرما اور جب وہ رسول ان میں برپا ہو گا تیری طرف سے آیات کی تلاوت کرے گا، ان کا علم بھی لوگوں کو دے گا اور ان کی حکمت بھی سکھائے گا تو یقیناً اس کے نتیجے میں ان کا تزکیہ ہو جائے گا۔ علم و حکمت سمجھے بغیر کیسے تزکیہ ہو سکتا ہے؟ ایک عام انسان بلکہ ایک عظیم الشان عارف باللہ بھی یہی سوچتا ہے کہ تزکیہ سے پہلے علم کتاب و حکمت کی سمجھ آئے تو پھر تزکیہ ہو گا مگر حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام اس سے

بہت بالا تھا جو ایک عظیم عارف باللہ نے سوچا تھا یعنی اس سے بھی بہت بالا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم نے آپ کی اس دعا کو قبول کرتے ہوئے اس کی ترتیب بدل دی۔

چنانچہ سورۃ جمعہ میں یہ آیت نازل ہوتی ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کی قبولیت کا ذکر ہے مگر ایک بظاہر معمولی فرق کے ساتھ یعنی ترتیب بدل کر۔ فرمایا:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۴ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۵ (الجمعۃ:۲۔۵)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے، قدوس ہے، کامل غلبہ والا ہے اور صاحب حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔

اب دیکھئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کہ ان میں سے ہی یہ رسول معبوث کر۔ اس کا جواب ہے۔ وہی ہے جس نے امّی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور پیشتر اس کے کہ ان کو کتاب کے علم اور حکمت کی تعلیم دے یُزَكِّيْهِمْ ان کو پاک بھی کر دیتا ہے۔ پس یہ وہ عظیم الشان مقام ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کا جس کی خبر حضرت ابراہیمؑ کو بھی نہ ہو سکی بہت ہی بلند مقام ہے۔ آپؐ کا تلاوت آیات کرنا ہی لوگوں کو پاک کرنے کے مترادف تھا۔ آپؐ کی ذات مُزَكِّی تھی جس نے بھی آپؐ کو دیکھا اور سچی نظر ڈالی اس کا دل پاک ہو گیا، اس کا سینہ صاف ہو گیا۔ پس کثرت سے ایسی مثالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہیں کہ دیکھنے والے نے بس آپؐ پر ایک نظر ڈالی اور آپؐ کو ایسا پاک و صاف اور شفاف پایا کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی دلیل کے ساتھ اپنے ایمان کو ملوث کرے بلکہ بے اختیار آنحضرت ﷺ کی تائید فرمائی۔

اس ضمن میں ایک روایت میں بارہا پیش کر چکا ہوں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ صدیقیت کس کو کہتے ہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے جب آنحضرت ﷺ نے دعویٰ فرمایا۔ جب آپؓ واپس آئے، سفر سے لوٹے تو آپؓ کی بوڑھی لونڈی جو آپؓ سے بہت محبت کرتی تھی اور بہت احترام کرتی تھی اس نے آہستہ آہستہ بڑبڑانا شروع کیا کہ ہائے بے چارہ ابوبکر، ہائے بے چارہ ابوبکر۔ انہوں نے کہا کیا ہوا ہے تمہیں مجھے کیوں بیچارہ کہہ رہی ہو؟ اس نے کہا تمہارا سب سے اچھا دوست پاگل ہو گیا ہے۔ آپؓ نے کہا کون پاگل ہو گیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے، محمد پاگل ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے اس میں پاگلوں والی؟ اس نے کہا وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سنتے ہی سفر کی تھکان کے باوجود وہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا گوارا نہیں کیا اور سیدھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ خیال تھا کہ کہیں ابو بکر جو میرا اتنا عزیز دوست ہے ٹھوکر نہ کھا جائے اس لئے پیشتر اس کے کہ یہ مجھ سے کچھ پوچھے میں ذرا اس کو سمجھاؤں کہ کیا دلیل ہے میرے سچا ہونے کی اور کیوں میں رسالت کا دعویٰ کر رہا ہوں؟ پس آنحضرت ﷺ نے یہ تمہید باندھی اور کہا کہ ابوبکر ذرا ٹھہرو، میری بات سن لو پھر فیصلہ کرنا۔ کچھ ابھی فرمایا ہی تھا کہ ابوبکر نے بے چینی سے کہا نہیں اے محمد! میں تیری بات نہیں سننا چاہتا۔ مجھے یہ بتا تو نے دعویٰ کیا ہے کہ نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا ٹھہر جا میری بات سن لے پوری طرح میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ لیکن بار بار ایسا ہی ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچ میں ٹوک کر عرض کیا کہ نہیں مجھے صرف یہ بتائیں کہ آپؐ نے دعویٰ کیا ہے کہ نہیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ فوراً ہاتھ آگے بڑھا دیا بیعت کے لئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں تیرا ادنیٰ غلام ہوں کیوں میرے ایمان کو ملوث کر رہے تھے؟ میں نے تو آپؐ کا چہرہ دیکھا ہوا ہے یہ تو سچوں کا چہرہ ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ یہ سچا چہرہ کبھی جھوٹ بولے۔ پس میں تو آپؐ کے سامنے حاضر ہوں اور آپ کا غلام ہوں اور اسی وقت بیعت کر لی۔

پس یہ تزکیہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا اور اس سے پہلے کسی رسول کو یہ توفیق نہ ملی کہ جس نے بھی اس پر محض نظر ڈالی ہو اس کو سچا قرار دیا ہو۔ پس قرآن کریم نے اس ترتیب کو بدل دیا ہے اور جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی تھی کہ پہلے وہ علم و حکمت سمجھائے پھر ان کا تزکیہ کرے اس کی

بجائے فرمایا علم و حکمت کی باتیں وہ بعد میں سمجھاتا ہے پہلے تزکیہ کرتا ہے اور اس ترتیب میں ایک عظیم الشان حکمت یہ بھی ہے کہ جس کا تزکیہ ہو وہی سمجھا کرتا ہے علم و حکمت کی باتیں۔ جس کا تزکیہ نہ ہو اس کو خاک بھی سمجھ نہیں آتی۔ پس ابو جہل بھی وہاں رہا کرتا تھا اس کا تزکیہ نہیں ہوا تھا اس لئے وہی علم و حکمت کی باتیں جو وہ لوگ سمجھ رہے تھے جن کا تزکیہ ہو چکا تھا وہ اس بدبخت کی قسمت میں نہیں تھیں۔ پس تزکیہ علم و حکمت کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ تبھی قرآن کریم میں سورۃ البقرہ ان آیات سے شروع ہوتی ہے الٓمّٓ ۝۲ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۳ اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ کیا تھی؟ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ متقیوں کو ہدایت دے گی۔ پس اگر متقی نہ بنے ہوں تو ہدایت کیسی؟ غیر متقی کی قسمت میں تو کوئی ہدایت نہیں ہوا کرتی۔

پس اس آیت میں یہ فرمانے کے بعد اور بھی کچھ پیشگوئیاں فرما دی گئیں اور آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کا بھی ذکر فرما دیا گیا۔ فرمایا اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی اسے مبعوث کیا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔ یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بھی اسی آیت کریمہ میں ساتھ ہی ذکر فرما دیا کہ وہ لوگ جو ابھی ملے نہیں یعنی ابھی بہت زمانہ باقی ہے ان کے ظاہر ہونے میں ان سے بھی اسی رسول نے اپنی برکت کے نتیجے میں ان کو پہلوں سے ملا دیا ہے۔ یعنی اپنے زمانے کے صحابہ سے بعد میں آنے والے کچھ لوگوں کو ملا دیا اور جب تک وہ صحابہ نہ بنیں وہ کیسے صحابہ سے مل سکتے ہیں؟ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہ اسی آیت کریمہ کی تشریح میں فرمایا گیا ہے کہ صحابہ سے مل گیا جس نے مجھے پا لیا۔ میرے تعلق کے نتیجے میں وہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں شامل ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اس کے بعد میں نے یہ آیت چنی ہے آج کے خطاب کے لئے:

ع (درثمین صفحہ:۵۶)

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۶﴾ رَبِّ اِنَّہُنَّ اَضۡلَلۡنَ کَثِیۡرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِیۡ فَاِنَّہٗ مِنِّیۡ ۚ وَ مَنۡ عَصَانِیۡ فَاِنَّکَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۷﴾ (ابراھیم:۳۶،۳۷)

اور جب ابراہیم نے کہا رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا اے میرے رب! اس بلد کو جس کی میں نے تعمیر کی ہے جس کے پاس میں اپنے بیٹے اسماعیل کو چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کو امن کی جگہ بنانا۔ ایک دوسری آیت میں ہٰذَا بَلَدًا فرمایا گیا ہے اور اس جگہ ہٰذَا الۡبَلَدَ فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں ہٰذَا جگہ کی طرف اشارہ ہے جہاں کوئی بھی بلد نہیں تھا، کوئی بھی شہر نہیں تھا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ اے خدا! اس چٹیل جگہ کو بَلَد میں تبدیل فرما دے۔ معلوم ہوتا ہے اس دعا کی قبولیت کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ وہاں دوبارہ حاضر ہوئے تو وہ ایک شہر بن چکا تھا۔ فرمایا میرے رب! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے۔ یہ جو شہر بنا دیا ہے تو نے میری دعا کو قبول کرتے ہوئے اب اس کو امن کی جگہ بھی بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اب یہ ایک ایسی شرط ہے جس کے ساتھ خانہ کعبہ میں طواف کی اجازت نہیں یعنی مشرک کو وہاں جا کر عبادت کرنے کی اجازت نہیں۔ غیر مشرکوں میں سے کسی کو روکنے کا خانہ کعبہ کے جو منتظمین ہیں ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ مشرک نہ ہو تو تمام بنی نوع انسان کا گھر ہے، تمام بنی نوع انسان کا حق ہے کہ وہ یہاں عبادت کے لئے حاضر ہوں اور جہاں تک شرک کی مناہی کا تعلق ہے اس سے صرف یہ مراد ہے کہ مشرکانہ عادات اور رسوم کو نہ اپنانے والے ہوں۔ پرانے زمانے میں مشرکوں میں یہ دستور تھا کہ وہ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کی عبادت کرتے تھے اور اس کے گرد گھومتے تھے اور نہایت ہی بیہودہ رسمیں تھیں جن کی تفصیل میں جانا اس وقت مناسب نہیں ہے۔ پس اندر کے شرک کا تو کسی کو پتہ چل ہی نہیں سکتا۔ کون روک سکتا ہے کسی مشرک کو کہ وہ جھوٹ بول کر، موحد بن کر خانہ کعبہ کا طواف کرے؟ پس ایسی بات سے خدا نے روکا ہی نہیں جو انسان کے بس میں نہیں۔ ہاں اگر مشرکانہ رسموں کو ظاہر کر رہا ہو، ان رسموں کے مطابق خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہو تو تمہیں حق ہے کہ تم اس کو روک دو اور اس خانہ کعبہ کا طواف مشرکانہ حالت میں نہ کرنے دو۔

پھر یہ دعا ہے۔اے میرے ربّ! انہوں نے یقیناً لوگوں میں سے بہتوں کو گمراہ بنا لیا ہے یعنی جو مصنوعی خدا بنے ہوئے ہیں ان کی پیروی نے بہت سے لوگوں کو گنہگار بنا دیا ہے۔پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔اس دعا کا آخری حصہ بھی بہت توجہ طلب ہے۔پس جس نے نافرمانی کی یعنی مشرکانہ حرکتیں کیں تو یہ نہیں کہا کہ ان کو ہلاک اور تباہ کردے بلکہ معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔دلوں کے حال تو جانتا ہے، تُو تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔پس اگر وہ میری نافرمانی بھی کرنے والے ہوں تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ موت سے پہلے کس کو حقیقی ایمان نصیب ہو جائے گا؟ پس التجا یہ کی کہ تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب وہ آیت کریمہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس میں قربانی کا ذکر آتا ہے۔
رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ اے میرے ربّ! مجھے صالحین میں سے (بیٹا) عطا فرما۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۲﴾ ہم نے اسے ایک حلیم بیٹا عطا کیا۔فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ حضرت ابراہیمؑ نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! میں ایک خواب دیکھتا رہتا ہوں۔اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ یعنی اکثر خواب یہ دیکھی ہے کہ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى پس غور کر اور بتا کہ تو کیا سمجھتا ہے اس سے ؟ تیری کیا تعبیر ہے؟ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے میرے پیارے باپ! وہی کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ تو یقیناً مجھے صبر کرنے والوں میں پائے گا۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۴﴾ ج پس جب دونوں نے خدا کے حضور سر جھکا دیا یعنی اسلام قبول کر لیا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ اور اسے پیشانی کے بل اوندھا لٹا دیا۔یعنی حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل کو پیشانی کے بل اوندھا لٹا دیا کیونکہ بہت زیادہ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ھود:۷۵) تھے، بے انتہا رحمدل، بہت ہی شفقت کرنے والے تھے غیروں کے لئے بھی شدید بے چین ہو جایا کرتے تھے۔وہ قومیں جن کی ہلاکت کی آپ کو خبر دی گئی ان کے لئے بھی خدا سے بحث کیا کرتے تھے کہ اللہ ان کو معاف کر دے۔یہ بہانہ بناتے تھے، وہ بہانہ بناتے تھے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کی

رحمت کو اپنی دعاؤں سے جذب کرلیں اور اس قوم کی معافی کا سامان کر دیں۔

اپنے بیٹے کو یہ اَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گیا لیکن اس وقت جبکہ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ جب آپؑ کے ساتھ وہ محنت کرنے کی عمر کو پہنچا، دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا یعنی قریباً جوان ہو گیا اور اس عمر کو پہنچ گیا کہ اپنا فیصلہ خود کر سکتا تھا اور ایک ذمہ دارانہ فیصلہ کرنے کا مجاز تھا۔ یہی وہ آیت ہے جس کی روشنی میں میں نے یہ تحریک کی ہے کہ واقف زندگی جو وقف نو کہلاتے ہیں ان کو بلوغت کے بعد یہ حق ہوگا کہ وہ چاہیں تو واقف زندگی رہیں اور چاہیں تو نہ رہیں کیونکہ چھوٹے بچوں کو ان کی مرضی کے خلاف وقف کرنے کا ماں باپ کو حق نہیں پہنچتا۔ ہاں دعا کے طور پر کہ خدا ان کو وقف میں شامل کرلے ان کی تربیت کرنا اور ان کو اس صورت میں بلند کرنا جیسے ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو اٹھایا تھا یعنی اس کی تربیت کی تھی یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور اس کے بعد پھر وہ بیٹے وقفِ نَو والے بڑے ہو کر اسماعیلی روح کے نمائندہ بن جائیں اور اپنے آپ کو اسی طرح خدا کے حضور پیش کر دیں۔ یہ سبق اسی آیت کریمہ سے سیکھ کر میں نے یہ تحریک کی تھی کہ بڑے ہو کر بچوں کو لازماً یہ حق ہوگا کہ وہ چاہیں تو وقف رہیں، چاہیں تو نہ رہیں۔

پس ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیلؑ کو اوندھے منہ اس لئے لٹایا کہ ذبح ہوتے وقت آپؑ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے بیٹے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں۔ اس وقت وَنَادَيْنَٰهُ أَنْ يَّٰٓإِبْرَٰهِيمُ ﴿۱۰۵﴾ تب ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم! کیا ہو گیا ہے؟ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ تو تو یہ رؤیا سچی کر بیٹھا ہے۔ تو جب اس وادیٔ بے آب و گیاہ میں اپنے بچے کو چھوڑ کر گیا تھا تو تو نے تو قربانی پیش کر دی خدا کے حضور۔ اب کیوں ذبح کرتا ہے؟ یہ کہہ کر فرمایا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۰۶﴾ ہم اسی طرح محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُا الْمُبِينُ ﴿۱۰۷﴾ یقیناً یہ ایک بہت کھلی کھلی آزمائش تھی۔ شاذ ہی کسی کو ایسی آزمائش میں سے گزرنا پڑا ہوگا۔ وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰۸﴾ اور ہم نے اس بیٹے کو ایک ذبحِ عظیم کے بدلے یا یوں کہنا چاہئے وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰۸﴾ کہ ہم نے ایک ذبحِ عظیم کے ذریعہ اس کا فدیہ دے دیا۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۰۹﴾ اور بعد میں آنے والوں میں یہ فرض کر دیا کہ وہ ابراہیم پر سلام بھیجا کریں۔ سَلَٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿۱۱۰﴾ ابراہیم پر سلام بھیجیں۔ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۱۱﴾ اسی طرح

ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

یہاں ایک خاص بات قابل ذکر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کسی ایک صحیح حدیث میں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ آپؐ نے ایک مینڈھے کو ذبح کیا لیکن دوسری روایات میں یہ موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ ذبح عظیم سے واضح مراد یہ سمجھتے تھے کہ آپؐ کے زمانے میں جو کثرت سے ذبح عظیم ہوگا مسلمانوں کا، ابراہیمؑ کی نسل کا، محمد رسول اللہ ﷺ کے متبعین کا ذبح عظیم ہونا ہے۔ یہ عظیم ذبح ہے جس کے بدلے ابراہیمؑ کو زندہ رکھا گیا کیونکہ اگر ابراہیمؑ زندہ نہ رہتا تو آپؐ کی نسل ہی جاری نہیں رہ سکتی تھی اور یہ عظیم ذبح کا منظر جو دنیا کی آنکھوں نے پہلی بار دیکھا تھا یہ کبھی بھی دکھایا نہ جا سکتا تھا۔

پس یہ خاص طور پر قابل ذکر بات ہے کہ کسی جانور کا ذکر جیسا کہ ہم روایتوں میں سنتے ہیں آنحضرت ﷺ کی احادیث میں نہیں ملتا۔ ہاں روایتوں میں جو بعد کی تفصیلی روایات ہیں ان کا ذکر آتا ہے اور بعد کے آنے والے علما کو اور کئی صاحب عرفان لوگوں کو بھی ان روایات نے متاثر کیا اور مختلف رنگ میں اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ حضرت امام فخر الدین رازی سورۃ الصافات کی تشریح میں فرماتے ہیں۔ سُدّی کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کو آواز دی گئی۔ اب دیکھیں یہ سدی کہتے ہیں کی روایت ہے، یہ کیسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہوسکتی ہے؟ سدی نے کہا، کس سے کہا؟ کس نے آگے رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچائی؟ کوئی ذکر موجود نہیں۔ سُدّی کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ کو آواز دی گئی۔ جب انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں ایک سیاہ رنگ کا مینڈھا تھا جس کے بالوں پر سفیدی مائل چمک تھی۔ یہ مینڈھا پہاڑ سے نیچے آیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسے پکڑ کر ذبح کیا اور اپنے بیٹے کو چھوڑ دیا۔ پھر آپؑ نے بیٹے سے معانقہ کرتے ہوئے فرمایا میرے پیارے بیٹے! گویا تُو آج مجھے عطا ہوا ہے۔ اسے عظیم کہتے ہیں۔ اس کی عظمت شان کی وجہ سے کہا گیا ہے یعنی اس قربانی، مینڈھے کی عظمت شان کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ ذبح عظیم تھا۔ (التفسیر الکبیر للامام فخر الدین رازی۔ تفسیر سورۃ الصافات زیر آیت ۱۰۸)

اب مینڈھے بے چارے کی کیا عظمت شان تھی؟ اس کی حیثیت ہی کیا تھی؟ مگر چونکہ اس کے نتیجے میں اسماعیلؑ کو چھوڑ دیا گیا اس لئے مینڈھے کو بہت بڑی عظمت شان نصیب ہوئی کہ اس

مینڈھے کو ابراہیمؑ کے بیٹے کے بدلے میں قبول فرمالیا۔ یہ امام رازی کی تفسیر میں لکھا ہوا ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ممکن ہے یہ بات کسی طرح درست ہو لیکن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو ذبح کرنے کے لئے پوری طرح تیار بیٹھے تھے اور جیسا کہ آیت میں گزرا ہے اس وقت اگر کوئی مینڈھا بھی اتفاقاً وہاں پھنس گیا ہو اور آپؑ کی نظر اس پر پڑ گئی ہو تو ہرگز بعید نہیں کہ اس مینڈھے کو ذبح کیا گیا ہو۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ پر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ مضمون مخفی نہیں ہوا کہ ذبح عظیم سے مراد میرے غلاموں اور متبعین کا ذبح عظیم ہے۔

آنحضرت ﷺ حج فرمایا کرتے تھے تو بہت ہی سادہ، ایسے سادہ کہ صحابہ حیران ہوتے تھے کہ آنحضرت ﷺ جو مکہ کی آرزوؤں اور تمناؤں کا پھل ہیں گویا کہ جس کے لئے مکہ کی وادی دعا گو رہتی تھی کہ اس رسول کو ہم میں مبعوث فرما، ان کا حج کے وقت کیا حال تھا؟ انس بن مالکؓ سنن ابن ماجہ میں روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے نہایت خستہ حال سواری پر اور ایسی چادر میں حج کیا جس کی مالیت چار درھم کے برابر یا اس سے بھی کم تھی۔ خستہ حال سواری پر، یہ بھی قابل توجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اچھی سے اچھی سواریاں تھیں اور عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سواری اپنے وقت کی بہترین سواری ہوا کرتی تھی مگر ایک ایسی کمزور سواری پر کیوں حج کیا؟ معلوم ہوتا ہے عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ (الحج:۲۸) جو قرآن شریف میں آیا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے چونکہ یہ خدا سے اطلاع پائی تھی کہ ہر قسم کے سفر کی وجہ سے کمزور ہوئی ہوئی سواریوں پر لوگ حج کریں گے اس لئے آپ نے اس رعایت سے وہ سواری اختیار فرمائی جو بہت دبلی پتلی اور کمزور تھی چار گرہ کپڑے اور جس کی چار درہم قیمت تھی اس کو اپنے نیچے بھی باندھا اور اوپر بھی لیا اور یہ دعا کی کہ اے میرے ربّ! اس حج میں کوئی ریاکاری اور شہرت طلبی مقصود نہیں۔ میں جس حال میں طواف کر رہا ہوں خانہ کعبہ کا، میں نمونہ ہوں اس بات کا کہ میرے اندر کوئی ریاکاری نہیں نہ کپڑوں میں، نہ لباس میں، نہ سواری میں، کسی قسم کی شہرت طلبی مقصود نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب حجۃ رسول اللہ ﷺ)

پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ترمذی کتاب الاضحیٰ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ میں نے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضورؐ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا جسے آپؐ نے ذبح کیا۔ ذبح کرتے وقت آپؐ نے یہ الفاظ کہے: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ،

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔اے میرے خدا! یہ قربانی میری طرف سے اور میری امّت کے ان لوگوں کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکتے (قبول فرما!)(ترمذی،کتاب الاضحیٰ باب العقیقۃ بشاۃ)

کتنا عظیم محسن تھا! آج تک ہی نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ان سارے غرباء کی طرف سے یہ قربانی دی گئی جن کے دل میں ہوسکتا تھا ہمیشہ کے لئے یہ حسرت رہ جاتی کہ ہم غربت کی وجہ سے مالی قربانی نہیں دے سکتے، وہ قربانی دینے والا بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھا جن کی قربانی نامقبول نہیں ہوسکتی تھی۔تو تمام غربا پر قیامت تک کے لئے رحم کرنے والا وہ رسول آیا جس کی کوئی مثال اس سے پہلے رسالت کی دنیا میں نہیں ملتی۔

اب اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔روحانی خزائن جلد ۱۷ اربعین نمبر ۳ میں ہے:

’’یہ ابراہیمؑ جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجالاؤ۔‘‘

یعنی مقام ابراہیمؑ کی صحیح تفسیر فرمائی۔اس کو مُقام نہیں سمجھا بلکہ مَقام سمجھا۔اس کی طرز پر بجالاؤ یہ اس کا مقام ہے کہ جیسا اس نے کیا ویسا تم بھی کرو

’’اور ہر ایک امر میں اس کے نمونے پر اپنے تئیں بناؤ‘‘۔

(اربعین نمبر۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۲۰۔۴۲۱)

پھر فرماتے ہیں، یہ ملفوظات جلد چہارم سے عبارت لی گئی ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

(الانعام:۱۶۳)۔۔۔۔ابراہیمؑ کی طرح صادق اور وفادار ہونا چاہئے جس طرح پر وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوگیا اسی طرح انسان ساری دنیا کی خواہشوں اور آرزوؤں کو جب تک قربان نہیں کر دیتا کچھ نہیں بنتا۔میں سچ کہتا ہوں کہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کو ایک جذبہ پیدا ہو جاوے اس وقت اللہ تعالیٰ خود اس کا متکفل اور کارساز ہو جاتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۴۳)

پھر فرمایا:

’’دیکھو حضرت ابراہیمؑ کا ابتلا کہ بچے اور اس کی ماں کو کنعان سے بہت دور لے جانے کا حکم ملا اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حضور عرض کی کہ اے اللہ! میں اپنی ذریت کو ایسی جگہ چھوڑتا ہوں جہاں دانہ پانی نہیں ہے۔ حضرت سارہ کا ارادہ یہ تھا کہ کسی طرح سے اسماعیل مرجائے۔‘‘

سارہ آپ کی سوتیلی بڑی والدہ تھیں اور وہ بھی بار بار ابراہیم علیہ السلام سے اصرار کیا کرتی تھیں کہ اس بچے کو میری آنکھوں کے سامنے سے دور کردے اور کسی بے آب و گیاہ وادی میں اسے چھوڑ دے۔ اب کیسے حضرت سارہ کے ذہن میں آ سکتا تھا کہ جس بے آب و گیاہ وادی میں اسے چھوڑا جائے گا وہاں بَلَدًا اٰمِنًا بننے والا ہے۔ بہت عظیم الشان جگہ پہ اس کو چھوڑا جانے والا ہے جہاں خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر ہوگی۔ پس سارہ کا ارادہ کچھ اور تھا اور بظاہر ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کی بات مانی مگر خدا کے اس اشارے پر بات مانی، سارہ کی بات نہیں کہ اس جگہ چھوڑ کے آ جہاں اس کی اصلی شان ظاہر ہوگی۔ چنانچہ اگرچہ حضرت ابراہیمؑ کو حضرت سارہ کی یہ بات بری لگی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ جو سارہ کہتی ہے تجھے وہی کرنا ہوگا اس لئے نہیں کہ خدا تعالیٰ کو سارہ کا پاس تھا بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہی تحریر فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس حکمت کو بہتر سمجھتا تھا جس حکمت کے پیش نظر سارہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اس کو گھر سے نکال دو۔

’’حضرت ہاجرہ (جو آپؑ کی والدہ تھیں) ان کو گھر سے نکالا تھا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کا فرشتہ اس سے ہمکلام ہوا تھا کیونکہ نبیوں کے سوا غیر انبیاء سے بھی اللہ تعالیٰ بذریعہ فرشتہ کلام کیا کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ سے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ ہوا۔ غرض حضرت ابراہیمؑ نے ویسا ہی کیا اور کچھ تھوڑا سا پانی اور تھوڑی سی کھجوریں ہمراہ لے کر حضرت ہاجرہ اور اس کے بچے کو لے جا کر وہاں چھوڑ آئے جہاں اب مکہ آباد ہے۔‘‘

اب یہ تحقیق طلب امر ہے۔ یہ تو ظاہر ہے تھوڑی سی کھجوریں لے کر تو نہیں چلے تھے

وہاں سے، کہاں تھے آپؑ اس وقت جہاں سے آپؑ نے سفر اختیار کیا؟ آیا کچھ حصہ سفر کا کشتی کے ذریعہ طے کیا گیا یا خشکی کا ہی سفر تھا؟ یہ تحقیق طلب امور ہیں جنہیں عموماً علماء نے نظرانداز کر رکھا ہے اس لئے میں نے یہ ہدایت بھیجی ہے کہ احمدی علماء اس رستہ کی تعیین کریں جس رستہ پر حضرت ابراہیمؑ چلے تھے اور راہ میں بار بار اپنے توشہ کو بھرنے کا سامان بھی مہیا ہوتا رہا ہوگا۔ نخلستان بھی آتے ہیں، بہت سی جگہ پانی اور کھجور دونوں ملتے ہیں۔ تو یہ مراد نہیں کہ گھر سے تھوڑا سا لے کے چلے تھے اور اتنی جلدی وہاں پہنچ گئے کہ ابھی اس میں کچھ بچا ہوا تھا بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے پہنچنے کے بعد جو کچھ بھی پیچھے چھوڑا وہ اپنی دانست میں کافی پانی اور کافی غذا تھی جو پیچھے رہ گئی تھی لیکن آپ کی ایک عجیب اور شان بھی خدا تعالیٰ بیان کرتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چھوڑ کر چلے تو حضرت ہاجرہ ان کو آوازیں دیتی رہیں مگر مڑ کے نہیں دیکھا۔ مڑ کے کیوں نہیں دیکھا؟ اس لئے کہ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی شفقت کا پردہ چاک ہو جائے اور اس کی بیوی اس کو روتا ہوا دیکھ لے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مڑ کے نہیں دیکھا اور گویا کہ آواز سنی ہی نہیں، سیدھا وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت ہاجرہ اور اس کے بچے کو لے جا کر وہاں چھوڑ آئے جہاں اب مکہ آباد ہے یعنی هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا والا واقعہ ہے۔ وہ خالی چٹیل میدان تھا اور اس کے متعلق دعا یہ تھی کہ اس خالی جگہ کو بَلَدًا اٰمِنًا بنا دے۔

فرمایا:

”چھوڑ آئے جہاں اب مکہ آباد ہے۔ چند دن کے بعد نہ دانہ رہا اور نہ پانی۔ حضرت اسمٰعیل شدت پیاس سے بے چین ہونے لگے تو اس وقت حضرت ہاجرہ نے نہ چاہا کہ اپنے بچے کی ایسی بے بسی کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لئے ہاجرہ چند مرتبہ اس پہاڑ پر اِدھر اُدھر دوڑیں کہ شاید کوئی قافلہ ہو“۔

پس یہ جو حاجی سعی کرتے ہیں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی کی طرف یہ حضرت ہاجرہ کی سنت کے تابع کرتے ہیں۔

”پہاڑ پر چڑھ کر گریہ وزاری کرنے لگیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ ان کے پاس صرف ایک ہی بچہ تھا۔ خاوند سے الگ تھیں، دوسرا بچہ پیدا ہونے کی امید

نہیں تھی۔ گویا بیوہ کی مانند آپ کا حال تھا۔ آپ کی گریہ وزاری پر فرشتہ نے آواز دی ہاجرہ! ہاجرہ! جب آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو کوئی شخص نظر نہ آیا۔ بچہ کے پاس جب آئی تو دیکھا کہ اس کے پاس پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے مردہ سے ان کو زندہ کر دیا۔ حضرت نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس چشمہ کا پانی نہ روکتا تو وہ تمام ملک میں پھیل جاتا۔ اس قصہ کے بیان کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ایسی جگہوں پر جہاں آب و دانہ کچھ نہ ہو اس طرح اپنی قدرت کے کرشمے دکھایا کرتا ہے۔ چنانچہ پانی کے اس پہلے کرشمہ نے حضرت اسماعیلؑ کو زندہ کیا مگر وہ پانی جو حضرت نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے پھیلایا گیا اس کی شان میں فرمایا اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا (الحدید:۱۸)‘‘

پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد پھر زندہ کر دیا کرتا ہے۔ گویا کہ وہ روحانی پانی جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس بے آب و گیاہ وادی میں برسا وہ صرف اس وادی کے لئے کافی نہیں تھا اس نے خشکی اور تری کو بھر دیا اور ساری دنیا کے از سر نو زندہ ہونے کے سامان کئے۔

پھر فرماتے ہیں:

’’گویا اس پانی سے دنیا زندہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے کہ اس کے امر سے زمین و آسمان قائم ہیں تو غور کرو کہ وہ جنگل جہاں اس قدر گرمی پڑتی تھی اور جہاں انسان کا نام ونشان نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا با برکت بنا دیا کہ کروڑ ہا مخلوق وہاں جاتی ہے اور ہر ملک اور ہر قوم کے لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں۔ وہ میدان جہاں حج کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں، وہی جگہ ہے جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی‘‘۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۷۲۔۱۷۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق بھی ایک الہام کا ذکر فرماتے ہیں۔ فرمایا:

’’میرا نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے جیسا کہ فرمایا سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا اِبْرَاھِیْم یعنی اے ابراہیم! تجھ پر سلام۔ ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بہت

برکتیں دی تھیں اور وہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے سلامت رہا۔ پس میرا نام ابراہیم رکھ کر خدا تعالیٰ یہ اشارہ کرتا ہے کہ ایسا ہی اس ابراہیم کو برکتیں دی جائیں گی اور مخالف اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے ....اور جس طرح ابراہیم سے خدا نے خاندان شروع کیا اِسی طرح اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میری نسبت فرماتا ہے **سُبحانَ اللّٰہ زَادَ مَجْدکَ یَنْقَطِعُ اٰباءُکَ و یبدءُ مِنکَ.** یعنی خدا پاک ہے جس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا۔ وہ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع کر دے گا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے کرے گا۔ اور ابراہیمؑ سے خدا کی محبت ایسی صاف تھی جو اُس نے اُس کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کام دکھلائے اور غم کے وقت اُس نے ابراہیم کو خود تسلّی دی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم رکھ کر فرماتا ہے **سلامٌ علیٰ ابراھیم صافینٰہ و نجینٰہ من الغمِّ تفرَّدْنَا بذٰلِکَ.** (صفحہ:۵۶۱) یعنی اس ابراہیم پر سلام''۔

اس یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اپنے وقت کے ابراہیم ثانی تھے ان پر سلام۔

''ہماری اس سے محبت صافی ہے جس میں کوئی کدورت نہیں اور ہم اس کو غم سے نجات دیں گے۔ یہ محبت ہم سے ہی مخصوص ہے کوئی دوسرا اس کا ایسا محبّ نہیں''۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن، جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۴۔۱۱۵)

اب یہ جو پیشگوئی ہے یہ دیکھیں کس شان سے پوری ہوئی ہے اگر اسی پیشگوئی پہ اور اس کے پورا ہونے پر اہل علم جو اپنے تئیں اہل علم کہتے ہیں وہ غور کرتے تو ان کے لئے احمدیت کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان اس میں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویٰ کے وقت اپنے خاندان میں اکیلے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ روایات کے مطابق ستر افراد تھے خاندان کے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے جن کو اکیلا کر کے ایک طرف چھوڑا ہوا تھا اور سارا خاندان آپؑ کا مخالف تھا۔ یہ اللہ کی عجیب شان ہے کہ وہ سارا خاندان کاٹا گیا۔ ان کی کوئی نسل جاری نہ رہ سکی۔ صرف وہی جاری

رہا استثنائی طور پر چند ایک جنہوں نے اپنا تعلق خاندان سے کاٹ کر مسیح موعود علیہ السلام سے کر لیا۔ تو ایک دو ایسی مثالیں ہیں اس کے سوا سارا خاندان برباد ہو گیا۔ اور بعض لوگوں کا تو یہ حال تھا کہ ان میں رجولیت کی اور بچے پیدا کرنے کی طاقت تھی مگر کسی جہالت کے دور میں، فقیری کے شوق میں خود اپنے آپ کو ختم کر لیا اور پھر دیواروں سے سر ٹکرایا کرتے تھے کہ ہائے میں نے یہ کیا کر لیا؟ اولاد کی خواہش تھی مگر خود اپنے ہاتھ سے اولاد سے محروم رہ گئے۔ تو یہ عظیم الشان نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کے پورا ہونے کے تعلق میں دنیا کو دکھائے گئے ہیں یہ ایسے نشانات ہیں جو اکیلے ہی آپؑ کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے بہت کافی تھے مگر افسوس ہے کہ دشمن نشان پر نشان دیکھتا ہے اور انکار پر انکار کرتا چلا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اب نسل کا آغاز ہوا ہے۔ اب دیکھیں دنیا بھر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے جو خاندان چلا ہے وہ دیکھو کتنا بڑا پھیل گیا ہے! تمام زمین کے کناروں تک وہ خاندان جا پہنچا ہے اور اپنے آپ کو پرانے خاندان کی طرف نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ یہ فخر اس پہلو سے تو جائز ہے کہ ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کے نتیجہ میں ایسا ہوا ہے مگر اس وقت تک جائز ہے جب تک کہ وہ سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنے والے ثابت ہوں۔

ایک زمانے میں مجھے شوق تھا کہ دیکھوں تو سہی وہ کون لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آبائی خاندان سے تعلق رکھنے والے باقی تھے؟ تو عجیب برا حال ان کا دیکھا۔ کوئی نیم سا دیوانہ ہو کر پھرتا رہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں ہی سے زندگی کی رمق کے لئے غذا مانگتا تھا، خوراک مانگتا تھا۔ کوئی ٹانگے چلاتا تھا لاہور میں اور آگے اس کی پھر کوئی نسل نہیں، کچھ پتہ نہیں کہ کہاں گئے وہ لوگ۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کہا تو ابراہیمی شان بھی آپ کی ذات کے اندر پوری کر کے دکھائی۔

اب اس سلسلہ میں آخر پر میں اگر وقت ہے تو ایک حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی روایت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا ہوں۔ یعنی حضرت محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو

بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ مگر وہ اجنبی قسم کے لوگ ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں۔ پھر انہوں نے دو شعر پڑھے جن میں سے ایک تو مجھے بھول گیا مگر دوسرا یاد رہا۔ یہ رؤیا میں آپ نے جو شعر سنا ان اجنبیوں سے ان کا ایک یہ تھا ان شعروں میں سے:

لقد طفنا کما طفتم سنیناً بھذا البیت طراً جمعینا

یعنی ہم بھی اس مقدس گھر کا سالہا سال اسی طرح طواف کرتے رہے ہیں جس طرح آج تم اس کا طواف کر رہے ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر بڑا تعجب ہوا پھر ان میں سے ایک شخص نے مجھے اپنا نام بتایا اور وہ نام بھی ایسا تھا جو میرے لئے بالکل غیر معروف تھا۔ اس کے بعد وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ میں تمہارے باپ دادوں میں سے ہوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو وفات پائے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے اس نے کہا چالیس ہزار سال سے کچھ زیادہ۔ میں نے کہا زمانۂ آدم پر تو اتنا عرصہ نہیں گزرا۔ اس نے کہا تم کس آدم کی بات کرتے ہو؟ کیا اس آدم کی جو تمہارے قریب ترین زمانہ میں ہوا؟ یعنی وہ آدم جو گویا کل کا بچہ ہے۔ تم اس کی باتیں کر رہے ہو یا کسی اور آدم کی؟ وہ کہتے ہیں اس پر معاً مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا کئے ہیں اور میں نے سمجھا کہ میرے یہ جدا کبر بھی انہی میں سے کسی ایک آدم سے تعلق رکھنے والے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ حدیث تو ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے مگر یہ حدیث کہ ایک لاکھ آدم پیدا کئے گئے میں نے تلاش کی ہے مجھے تو نہیں ملی لیکن کشفی نظارہ ہے اور حضرت محی الدین ابن عربی بہت پائے کے بزرگ صوفی تھے اس لئے آپ کے ذہن میں اگر اس وقت کشف میں یا رؤیا میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی یاد رہ گئی ہے تو کوئی بعید نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایسا فرمایا بھی ہو مگر ظاہری طور پر اس حدیث کا کوئی نشان ہمیں نہیں مل سکا۔ یہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خانہ کعبہ کو بیت العتیق کیوں کہا جاتا ہے بہت ہی پرانا گھر ہے، اتنا کہ آدم سے بہت پہلے سے یہ گھر آباد تھا اور اس لئے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ Civilisation کا پہلا نشان وہ خانہ کعبہ تھا۔ پہلا گھر جو غاروں سے نکل کر انسان کے لئے بنایا گیا اسی لئے فرمایا وُّضِعَ لِلنَّاسِ یہ انسان کے لئے بنایا گیا ہے جس سے انسانی تمدن نے عروج پکڑا، انسان کو تہذیب سکھائی گئی۔ یہ وہی گھر ہے بیتِ عتیق جس کو آج خانہ کعبہ کہا جاتا ہے جس گھر میں دنیا بھر سے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور

اس پہلو سے یہ ایک ہی گھر ہے جہاں تمام دنیا کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں نہ کسی عیسائی گھر کو ایسی توفیق ہے جہاں عیسٰی کے نام پر لوگ سب دنیا سے اکٹھے ہوتے ہوں، نہ کسی یہودی گھر کو یہ توفیق ہے کہ دنیا بھر کے لوگ وہاں اکٹھے ہوتے ہوں، نہ تیرتھ کو یہ توفیق ہے۔

دنیا میں مختلف جگہوں پر خدا کے نام پر بظاہر خدا کے نام پر یا شرک کے نام پر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں مگر ایک بھی ایسا گھر نہیں جہاں تمام دنیا سے لوگ آتے ہوں اور اس پہلو سے حضرت محی الدین ابن عربی کو جو خدا نے دکھایا معلوم ہوتا ہے بہت ہی پرانا گھر ہے جس کو اس غرض سے تعمیر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم یہاں پیدا ہوں اور جس طرح ابتداء میں بنی نوع انسان کو اکٹھا کرنے کے لئے بنایا گیا تھا اسی طرح آخر پر روحانی لحاظ سے بھی تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کیا جائے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ ہوگا۔ پس یہ خطبہ دینے کے بعد میں بعض روایتوں کو اب چھوڑ دیتا ہوں میرے نزدیک جو باتیں میں آپ کو سمجھانی چاہتا تھا، یاد کروانی چاہتا تھا وہ میں نے بیان کر دی ہیں۔

اب میں سب جماعتوں کو عید مبارک کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔ عید مبارک کی بہت سی چٹھیاں مجھے موصول ہو رہی ہیں مثلاً مرکز ربوہ سے مختلف انجمنوں کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے چٹھیاں آئی ہیں۔ ہمارے خاندان کے بہت سے بچے ہیں جنھوں نے عید مبارک بھیجی ہے۔ دنیا بھر سے مختلف امرا نے بھی تاریں دی ہیں۔ غرضیکہ عید مبارک کا یہ اتنا بڑا سلسلہ ہے کہ خواہش کے باوجود بھی میں انفرادی طور پر سب کو جواب نہیں دے سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ سہولت مہیا فرما دی ہے کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ جب میں یہاں بولتا ہوں تو اس وقت سب لوگ میرے جواب کو سن رہے ہونگے۔ تو آپ سب کو جو اس خطاب کو سن رہے ہیں یا اس کی خبر ان کو بعد میں پہنچے عید مبارک ہو، ہم سب کی طرف سے جو یہاں حاضر ہیں ان کی طرف سے بھی اور خود میری طرف سے ذاتی طور پر اور ساری جماعت کی طرف سے جو عالمگیر ہے آپ سب کو عید مبارک ہو۔

اس کے بعد جیسا کہ میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں شہدائے احمدیت اور ان کے پسماندگان کو اپنی دعا میں ضرور یاد رکھیں۔ یہ دعا جو یہاں ہوگی یہ تو مختصر ہوگی مگر جو دعائیں آپ کرتے رہتے ہیں اور روزانہ جن کو تہجد کی توفیق ہے، وہ بھی دعا کرتے ہیں آپ کی دعاؤں کے سب سے زیادہ محتاج آج کل اسیران راہ مولا اور شہداء احمدیت کے پسماندگان ہیں۔ پس ان کو اپنی دعاؤں میں بہت بہت یاد

رکھیں۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ جمعہ کے متعلق جو ابھی اس کے بعد جمعہ کا خطبہ دیا جانے والا ہے وہ بھی میں آپ سے عرض کردوں کہ اس کے متعلق میں نے کچھ چھوٹا سا مواد اکٹھا کیا ہے۔ زیادہ دیر آپ کو مصروف نہیں رکھنا چاہتا۔ تو اگر وقت ہو گیا ہے تو میں ابھی نیچے بیٹھوں گا پھر کھڑے ہو کر دعا کرواؤں گا اور کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ میں نے پڑھنا ہے اس کے بعد آپ دعا میں میرے ساتھ شامل ہو جائیں پھر کچھ توقف کے بعد ہم جمعہ پڑھنا شروع کر دیں گے۔ آج جمعہ کا دن ہے اور آج بھی خاص جمعہ ہے دسویں کا جمعہ ہے تو اس پہلو سے اللہ کی عجیب شان ہے۔ وہ کیا چاہتا ہے وہ اس کی تقدیر ہی بہتر جانتی ہے؟ مگر یہ بہت ہی بابرکت عید ہے بہت ہی بابرکت جمعہ کا دن ہے۔ پس انشاءاللہ ہم جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز بھی جمع کر لیں گے اس کی وجہ سے کہ لوگ بڑی کثرت سے دور دور سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ عید کی تیاری میں مہمان نوازی وغیرہ کے لئے ان کو بہت وقت درکار ہو گا اس لئے ان مسافروں کی خاطر ہم انشاءاللہ جمعہ ادا کر چکیں گے تو عصر کی نماز بھی ساتھ ہی پڑھ لیں گے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضورؒ نے فرمایا:

اس عید کے خطبہ کے بعد جو دعا ہوتی ہے اب ہم اس دعا میں شامل ہونگے اور اس کے بعد پھر میں یہیں جمعہ کا خطبہ بھی پڑھ دونگا۔ اس کے بعد جیسا کہ میرا رواج ہے میں چند لمحات کے لئے لجنہ کے خیمہ میں بھی جاؤں گا اور ان کو بھی السلام علیکم اور عید مبارک کہوں گا اور اس کے بعد پھر آپ سب کو آزادی ہے جیسا بھی آپ نے انتظام کر رکھا ہے اس کے مطابق قربانیاں پیش کریں یا قربانیوں کے گوشت پیش کریں جو بھی آپ کا پروگرام ہے اس کے مطابق عمل ہو۔

اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔